AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

سیرتِ نبوی ﷺ میں عدلِ اجتماعی

اصول اور تقاضے

Social Justice in the Prophetic Seerah

Principles and Requirements

Syed Muhammad Usman
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, University of Karachi.
sm.usman89@gmail.com

Hafiz Abdullah Mansoor Suleman
Ph.D. Scholar, Department of Usool ud Deen, University of Karachi
abdullahmansoor313@gmail.com

Abstract

The concept of social justice occupies a central position in Islamic teachings and is comprehensively presented in the Seerah of Prophet Muhammad ﷺ. Before Islam, the notion of justice was largely confined to legal and judicial matters, where rulers and judges merely decided disputes based on evidence and testimony. However, Islam introduced a broader and more comprehensive system of justice that encompasses not only the judicial sphere but also the moral, social, economic, and collective dimensions of human life.

This study examines the principles and requirements of social justice in the light of the Prophetic Seerah and highlights their contemporary significance. The Prophet Muhammad ﷺ established a society founded upon equality, human dignity, mutual responsibility, and the protection of rights. Unlike modern materialistic approaches that emphasize individual rights while often neglecting responsibilities toward others, the Prophetic model trained individuals to fulfill the rights of fellow human beings willingly and sincerely.

The paper argues that the implementation of the Prophetic teachings on social justice can play a vital role in addressing contemporary social conflicts, inequality, hatred, and unrest. Furthermore, these teachings provide a practical framework for establishing peace, harmony, and collective welfare in modern societies. The research concludes that the Prophetic vision of social justice offers a universal and timeless solution for creating a balanced and peaceful human civilization.

Keywords: Social Justice, Prophetic Seerah, Islamic Social System, Human Rights in Islam, Equality and Justice, Peace and Harmony, Contemporary Significance

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

تعارف

عدل کے لغوی معنی برابری کے آتے ہیں اور اسی معنی میں لفظِ عدل کا استعمال قرآنِ مقدس میں بھی ہوا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً [1]

اور عدل، ظلم کی ضد کو کہتے ہیں اور ظلم "وضع الشئ فی غیر محلہ" کا نام ہے، اس اعتبار سے عدل کی تعریف "وضع الشئ فی محلہ" ہو گی۔ عدل اپنے معنیٰ مصدری کے اعتبار سے عدالہ، عدولہ، معدلہ (بالکسر) اور معدلہ (بالفتح) کے ہم معنی ہے۔ اسی لیے کلام عرب میں استعمال ہوتا ہے: فلان من اهل المعدلہ، فلاں شخص اہل عدل میں سے ہے اور گواہوں کو ان الفاظ کے ذریعے عادل قرار دیا جاتا ہے: انهم عدول یعنی وہ (گواہ) عادل ہیں۔ [2]

امام راغب فرماتے ہیں کہ العَدل اور العِدل قریب المعنی الفاظ ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ عَدل کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے، جیسے احکام وغیرہ جب کہ عِدل کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے، جن کا ادراک حواس خمسہ کے ذریعے ہوتا ہے، جیسے مکیلات و موزونات وغیرہ۔ [3] صاحبِ فتح القدیر عدل کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

هو فصل الحكومة على ما فى كتاب الله سبحانہ و تعالیٰ و سنة رسولہ ﷺ لا الحكم بالرأى المجرّد [4]

کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو چھوڑ کر صرف عقل و رائے کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرنے کا نام عدل ہے۔

امام ابن حزم نے عدل کی یہ تعریف فرمائی ہے:

هو أن تعطى من نفسک الواجب وتأخذہ [5]

عدل اپنے حقوق کی پوری وصول یابی اور دوسروں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کو کہتے ہیں۔

علامہ جرجانی عدل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العدل:الأمر المتوسط بين الافراط والتفريط والعدالة فى الشريعہ:عباره عن الاستقامة على طريق الحق بالاجتناب مماهو محظور دينا [6]

افراط و تفریط سے بچ کر راہ اعتدال اختیار کرنا عدل ہے، اور اصطلاح شریعت میں دین کے اعتبار سے ممنوع سے احتراز کرتے ہوئے راہ حق پر ثابت قدم رہنے کا نام عدالت ہے۔

ابن مسکویہ نے عدل کی ایک طویل تعریف اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تہذیب الاخلاق" میں ذکر کی ہے۔ ابن مسکویہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مستحقین کے درمیان کسی قسم کا فرق کیے بغیر ہر مستحق کو اس کا حق دے دینا، برائی کرنے والے سے اس کی برائی کے بقدر اور قصور والے سے اس کے قصور کے برابر مؤاخذہ کرنے کا نام عدل ہے۔ [7]

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

لغوی بحث سے قطع نظر اس کا استعمال عوض، بدلہ، معاوضہ، انصاف، نصف نصف، طرف داری نہ کرنا جیسے متعدد معانی کے لیے ہوتا ہے۔ البتہ اردو زبان میں جو معنی عدل کے مترادف تصور کیے جاتے ہیں اور جسے عوام و خواص میں پزیرائی حاصل ہے، وہ انصاف اور مساوات ہیں، لیکن "عدل" کا تقاضا یہ ہے کہ عدل کو کلیتاً انصاف کے ہم پلہ و ہم معنی قرار نہ دیا جائے، کیوں کہ عدل مستقل دو حیثیتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو، دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے، چناں چہ بعض حیثیتوں سے تو عدل یقیناً معاشرے کے افراد کے درمیان مساوات چاہتا ہے، مثلاً حقوق شہریت میں، مگر دیگر بعض حیثیت سے مساوات سراسر خلاف عدل ہے، مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی و اخلاقی مساوات اور اسی طرح اعلیٰ درجے کی خدمات انجام دینے والے اور کم درجے کی خدمت ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات عدل نہیں، بلکہ عین ظلم ہے۔[8]

سب سے پہلے تو عدل خود اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جن روایات میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسما کا ذکر آیا ہے، ان میں ایک نام عادل بھی ہے اور علما نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں:

اس کا فیصلہ حق ہوتا ہے، وہ حق بات کہتا ہے اور وہی کرتا ہے جو حق ہو۔[9]

چناں چہ یہ سارا نظام جو آسمان سے زمین تک پھیلا ہوا ہے، نہ صرف عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم ہے، بلکہ خود قرآن میں اسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ[10]

اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہل علم نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ انصاف قائم کرنے والا ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں، وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اپنی حکمرانی کو مکمل انصاف اور کامل عدل کے ساتھ قائم کیا ہے اور انسان کو بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عدل کے قیام اور زندگی کے ہر شعبے میں عدل پر کاربند رہنے کی تلقین کی ہے۔

عدل کی جہتیں قرآنِ حکیم میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم الشان کلام میں عدل کی مختلف جہات کا ذکر کیا ہے اور اہلِ اسلام کی ایسے امور کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، جن کی طرف کسی دوسرے مذہب نے کوئی تعارض نہیں کیا۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ عدل کی جہتیں قرآنِ حکیم میں کس طرح بیان ہوئی ہیں۔ چناں چہ ایک مقام پر قرآنِ پاک آنحضرت ﷺ سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ[11]

مجھے تمھارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

اور کہیں فیصلوں اور عدالتی نظام میں عدل کی تلقین ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ [12]

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

کبھی کاتب کو تاکید ہوتی ہے کہ لکھنے کی صلاحیت نہ رکھنے والے عاقدین کے درمیان دستاویز عدل و انصاف کے ساتھ لکھی جائے:

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ ۢ بِالْعَدْلِ [13]

اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو، اسے انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے۔

اور کسی مقام پر صلح کرانے میں بھی عدل کی تاکید اس انداز میں کی جاتی ہے:

فَاِنْ فَآئَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ[14]

چناں چہ اگر وہ (زیادتی کرنے والا گروہ) لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔

قول میں عدل و انصاف کا حکم ان الفاظ میں ہوتا ہے:

وَاِذَاقُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا[15]

اور جب بات کہو تو عدل سے کام لو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا [16]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔

افعال و اعمال میں بھی عدل و انصاف اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے:

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْاكُوْنُوْاقَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ [17]

اے ایمان والو! انصاف کرنے والے بنو اللہ کی خاطر گواہی دینے والے۔

اقتصادی اور مالیاتی امور میں بھی عدل و انصاف کا حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ [18]

اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کمی نہ کرو۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

شہادت و گواہی میں جہاں ایک طرف عادل ہونے کو شرط قرار دیا گیا تو دوسری جانب اس کے خالص اللہ کے لیے، عدل کے ساتھ دینے کی تاکید بھی فرمائی گئی:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ[19]

اور اپنے میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو جو عدل والے ہوں، اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو۔

کسی قوم سے دشمنی کے باوجود اس کے ایسا خلاف ہو جانا کہ عدل و انصاف ہی کو ترک کر دیا جائے، اس سے بھی بھرپور انداز میں روکا گیا، چناں چہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا [20]

اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔

حتیٰ کہ گھریلو ازدواجی زندگی تک میں عدل کی تلقین کی گئی:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً [21]

اگر تمھیں یہ خطرہ ہو کہ تم (بیویوں) کے درمیان عدل و انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

غرض اس طرح قرآنِ حکیم نے ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کی ہے اور انسانی زندگی کی کوئی جہت ایسی نہیں چھوڑی، جس کے متعلق واضح احکامات نہ دیے ہوں۔

زبان نبوت سے عدل کی تلقین

پیغمبر ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف طرز و انداز سے عدل کی تلقین فرمائی اور عدل پر اثر انداز ہونے والے کسی باریک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا، مزید یہ کہ کبھی ترغیب اور کبھی ترہیب کے ذریعے لوگوں کو عدل و انصاف کا پاس و لحاظ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ ذیل میں ہم آپ ﷺ کے چند ارشادات پیش کر رہے ہیں، جن میں مختلف انداز سے عدل کی تلقین کی گئی ہے۔

حکم و قاضی کے فیصلے درست اور عدل و انصاف کے ساتھ اس وقت ہو سکتے ہیں، جب اس کا ذہن حالت اعتدال میں ہو اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت درست کام کر رہی ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب قاضی حالت غضب میں نہ ہو، اسی بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یقضین حکم بین اثنین و هو غضبان [22]

ہرگز کوئی بھی فیصلہ کرنے والا دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

عدل نہ ہو تو ظلم وجود میں آتا ہے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے، اور آخرت کی تباہی دنیا کی تباہی و نقصان سے کئی گنا بڑی اور بڑھی ہوئی ہے، اس لیے حضور ﷺ نے اس کی نشان دہی ان الفاظ میں فرمائی:

الظلم ظلمات يوم القيامة [23]

ظلم بروز قیامت تاریکی کی صورت میں ہو گا۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ لوگوں کا انداز گفتگو ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ کوئی سیدھی سادی گفتگو کرتا ہے اور کوئی اتنا چرب زبان ہوتا ہے کہ اپنی باطل بات کو بھی حق ثابت کر دیتا ہے۔ کوئی اشاروں، کنایوں میں بات کر کے اسے گنجلک بنانے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی مبہم بات ذکر کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی فریق مقدمہ فصیح و بلیغ گفتگو کرے اور اپنی چرب زبانی سے فریق ثانی کو دبالے تو حکم و قاضی کے لیے ایسا فیصلہ بذات خود ایک آزمائش بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے حجرے کے پاس جھگڑے کی آواز سنی تو باہر نکل گئے اور فرمایا کہ میرے پاس لوگ اپنے مقدمات لے کر آتے ہیں تو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی فریق دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو اور اس کی اسی چرب زبانی کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں کیوں کہ میں بھی انسان ہی ہوں، لہٰذا جس کے لیے بھی میں نے دوسرے مسلمان کے حق میں سے غلط فیصلہ کر دیا ہو تو درحقیقت میں نے اسے (قطعۂ ارضی نہیں بلکہ) قطعۂ نار حوالے کیا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھ کر عذاب بھگتے یا اسے حق دار کو واپس لوٹا دے۔[24]

دنیاوی امور میں تمام مسلمان برابر ہیں، ان میں سے کسی فرد کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ ان کے جان، مال سب برابر ہیں، البتہ آخرت کے اعتبار سے ان میں فضیلت دینے والی چیز صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

انظر فإنک لست بخير من احمر ولا اسود إلا أن تفضله بتقوى الله [25]

دیکھو! تم کسی گورے یا کالے سے بہتر نہیں ہو الا یہ کہ اللہ کے خوف و خشیت سے فضیلت والے ہو جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ اقوام کی تباہی کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی لیے تباہ و برباد ہو گئے کہ جب ان میں کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور و ناتواں یہ فعل کرتا تو اس پر حدود نافذ فرما دیتے۔[26]

عدل و ظلم کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں ایمان و کفر، تقویٰ و فسق کا کوئی دخل نہیں، بلکہ جیسے عدل کی ضرورت ایک مسلم و متقی کو ہے بالکل اسی طرح اس کی ضرورت کافر و فاسق کو بھی ہے، اسی بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتقوا دعوة المظلوم وان كان كافرا فإنه ليس دونه حجاب [27]

مظلوم کی بددعا سے ڈرو، اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوتا۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کا مقصودِ حقیقی ایک ایسے نظام عدل وقسط کا قیام واستحکام ہے جس کا اتمام واکمال احسان پر ہو، تاکہ ہر درجے ہر سطح پر، ہر جہت سے صرف یہی نہ دیکھا جائے کہ ہر رکنِ معاشرہ کا قول وعمل ترازوئے عدل وانصاف پر پورا اتر رہا ہے یا نہیں اور حق وفرض کی میزان میں کہیں جھکاؤ ہے یا نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سب کچھ بہ طریق احسن بہ وجوہ احسن پورا ہو، محبت وشکر گزاری، عالی ظرفی، ایثار واخلاق اور خیر خواہی کے ساتھ۔ گویا کھانے والا صرف بہ قدر ضرورت ہی نہ کھائے اور پینے والا صرف بہ قدر ضرورت ہی نہ پیے، بلکہ کھانے اور پینے کا لطف بھی حاصل کرے، تاکہ شکر گزاری کے الفاظ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلیں اور جذبات احسان سے پلکیں بھیگ جائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نظام عدل واحسان کا قیام کیوں کر ممکن ہے؟ عوام الناس کہیں گے کہ عدل کا نفاذ وقیام عدالت کی ذمے داری ہے، اور عدالتیں حکومت بناتی ہے، اس لیے حکومت کی ذمے داری ہے، مگر بہ نظر غائر دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ یہ بہت محدود جواب، بڑا سرسری فیصلہ ہے۔

عدالت کے مقام ومرتبے کے مجال اختلاف ہو سکتا ہے اور حکومت کی اہمیت، قوت اور اثرات سے بھی کون انکاری ہے؟ لیکن یہ تو دیکھیے کہ ادارہ کوئی ہو اور اس کی ساخت وشناخت کچھ ہو، اس کو چلانے والے، سنبھالنے والے بہ ہر حال افراد ہوتے ہیں۔ چناں چہ عدالت کے عہدوں پر افراد ہی کا تقرر ہوتا ہے۔ حکومت کے مناصب پر افراد ہی فائز ہوتے ہیں، افراد سے مل کر ہی معاشرے کا وہ ہمہ گیر ادارہ وجود میں آتا ہے جس کی پہلی اکائی (واحدہ) خاندان ہے۔ یہ اکائی زوجین کے اتصال سے نمو پذیر ہوتی ہے یعنی کم از کم ایک اور ایک کا مجموعہ، یہ ایک کُل ہوا جس کا ہر جز الگ الگ بھی مستقل بالذات ہے اور وحدت باہم بھی رکھتا ہے۔ پھر یہی وحدتیں آپس میں ضرب پاکر (Multiply) دریائے معاشرت کے دائرے بناتی چلی جاتی ہیں۔ جیسے ایک لہر کا ارتعاش ہزار لہروں کو جنم دیتا ہے اور پھر وہ سب سمندر کی وسعتوں میں کھو جاتی ہیں، اس لیے بیرونی منظر، ظاہری جوش نہ دیکھیے، اندر اتریے تو معلوم ہو گا کہ نظام معاشرت کی اصلاح افرادِ معاشرہ کی اصلاح پر منحصر ہے، اور افراد کی اصلاح فرد کی اصلاح پر اور فرد کی اصلاح نفس کی اصلاح پر موقوف ہے۔[28]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اجتماعی امور میں عدل کا نفاذ حقیقتاً ایک ایسا فعل ہے، جس کا لحاظ رکھنے سے دنیا میں جنت کا سا منظر پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن چوں کہ عدل اجتماعی کے لیے عدل انفرادی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر عدل اجتماعی کو بہتر طریقے سے سمجھنا بھی دشوار ہے، لہٰذا اسی نکتے کے پیشِ نظر پہلے مختصر طور پر عدل انفرادی کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

عدل انفرادی

اسلام زندگی کے تمام معاملات میں اعتدال وتوازن اور توسط ومیانہ روی کا تقاضا کرتا ہے اور اہل ایمان کے تمام صفات وکمالات اور اخلاق ومعاملات میں عدل واعتدال کے نفاذ کا حکم دیتا ہے۔ جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

چال میں اعتدال

انسان کو دنیا میں اپنی ضروریات کی تکمیل اور دینی اور دنیوی معاملات کے لیے چلنا ہی پڑتا ہے لیکن اسلام اس چال میں بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ [29]

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

اور اس سے بڑھ کر جب کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھنے جارہا ہو، اس کو بھی حضور ﷺ نے بھاگنے سے منع فرما کر وقار اور سکون کے ساتھ چلنے کی تاکید فرمائی ہے۔

مال کے خرچ اور استعمال میں عدل

ضروریات کی تکمیل کا انحصار وسائل کے حصول اور ان کے خرچ واستعمال پر ہے سو اس خرچ کے سلسلے میں بھی اسلام رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ نہ نمود و نمائش میں پڑ کر اسراف سے کام لیا جائے اور نہ ہی مال کی محبت میں بخل و کنجوسی کو اپنایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا[30]

اور نہ تم (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو، جس کے نتیجے میں تمھیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ[31]

کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

ازدواجی زندگی میں عدل

اسلام نے گھریلو زندگی اور بیویوں کے درمیان بھی عدل کا حکم دیا اور عدل قائم نہ ہونے کے اندیشے کے نتیجے میں ایک سے زائد شادی سے روک دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً [32]

اگر تمھیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ایک سے زائد بیویوں) کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

اور ایسے شخص کے بارے میں جو ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے آپ ﷺ نے وعید سنائی کہ وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا کاندھا ایک جانب کو جھک رہا ہو گا۔[33]

اولاد کے درمیان عدل

اسلام اولاد کے درمیان بھی عدل کا حکم کرتا ہے اور کسی ایک بچے کے ساتھ ایسے برتاؤ اور رویے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے بچوں کی دل آزاری ہو۔ چناں چہ جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد نے عطیے سے نوازا، اور اس کا علم آپ ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے سوال کیا:

أعطيت سائر ولدک مثل هذا؟ قال: لا، قال: فاتقو الله واعدلوا بين اولادكم [34]

کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو اسی طرح عطیہ دیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل سے کام لو۔

عموماً لوگوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دیتے ہیں۔ یقیناً یہ خلاف عدل ہے، پھر اسلام اسے کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اسی بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

جس شخص کی سرپرستی میں کوئی لڑکی ہو اور وہ اسے نہ تو زندہ درگور کرے، نہ اس کی توہین کرے اور نہ اپنی اولاد نرینہ کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔[35]

یتیموں کے ساتھ عدل

انسانی زندگی میں کبھی ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب اسے کسی یتیم کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانی پڑتی ہے اور اس کی تربیت و پرورش میں حصہ ڈالنا پڑتا ہے چونکہ اس موقع پر بھی بے اعتدالی اور عدل سے انحراف کا امکان بکثرت ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم اس بارے میں رہنمائی فراہم کرتے ہوئے یہ تعلیم دیتا ہے:

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ [36]

(اور آیات قرانی تمھیں تاکید کرتی ہے) کہ تم یتیموں کی خاطر عدل قائم کرو۔

اس کے علاوہ پیغمبر اسلام ﷺ مسلمانوں کے گھروں میں بہتر اور بدتر کا فیصلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں کے گھروں میں وہ گھر سب سے بہتر ہے، جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدتر وہ گھر ہے، جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو"۔[37]

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

یہ عدل انفرادی کی چند مثالیں ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے انسان کی انفرادی زندگی میں عدل کے احکامات کے ذریعے جہاں ایک طرف اپنے ماننے والوں کی ذہنی تربیت کی، وہیں دوسری جانب انھیں ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر دیا کہ جس کے ذریعے عدلِ اجتماعی پر کاربند رہنا سہل و آسان ہو جائے۔

عدل اجتماعی

عدل انفرادی کی طرح عدل اجتماعی کے لیے بھی قرآنِ حکیم اور تعلیمات نبوی ﷺ نے انسانوں کے لیے ایسے احکامات عطا فرمائے جن کا تعلق زندگی کے ہر پہلو اور ہر معاملے سے ہے کیوں کہ عدل ہی وہ صفت ہے جس سے دنیا میں ایک معیاری معاشرہ وجود میں آتا ہے اور اسی کے سبب یہ دنیا امن کا گہوارہ بن جاتی ہے، اور یہی مقصود ہے۔ یہاں سے عدل اجتماعی کے چند ایسے احکامات کا ذکر کیا جارہا ہے، جن پر عمل سے دنیا گویا جنت نظیر بن جاتی ہے۔

ا۔ معاملات

انسانی زندگی میں ایک عام اور کثیر الوقوع معاملہ خرید و فروخت ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں سارا دخل ناپ تول اور پیمانوں کا ہوتا ہے اور ناپ تول میں اگر بے اعتدالی ہو، عدل و انصاف اور ایمان داری سے کام نہ لیا جائے تو اس کا نقصان معاشرے کے ہر طبقے کو ہوتا ہے، اسی لیے اسلام نے اس عام اور اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کیا اور واضح طور پر اس بارے میں رہنمائی فرمائی۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ [38]

اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔

دوسری جگہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے وعید بھی وارد ہوئی ہے، جس میں ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ [39]

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بربادی ہے۔

عدل و انصاف کی بہت زیادہ ضرورت عدالتی معاملات میں بھی ہوتی ہے اور اسلام نے عدالتی نظام کے ہر پہلو پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے بھرپور رہنمائی فراہم کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک عظیم رہنمائی کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب فریقین لکھنا نہ جانتے ہوں اور تحریر و دستاویز کسی کاتب کی مدد سے لکھوائی جائے، اب اگر کاتب عدل سے کام نہ لے اور تحریر میں کچھ ردوبدل کر دے تو اس سے بڑا فساد پیدا ہو، لہٰذا اس پہلو کی اصلاح کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ ۢ بِالْعَدْلِ [40]

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

اور تمھارے باہمی دستاویز کو کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے۔

عدالتی نظام کی بنیاد شہادت پر ہوتی ہے اور اگر گواہ ہی عدل سے کام نہ لیں تو پورا نظام عدل تباہ و برباد ہو جائے۔ بالکل اسی طرح اگر قاضی فیصلے میں عدل کا لحاظ نہ رکھے تو مقصد عدالت ہی فوت ہو جائے اور عدالت ایک بے مقصد ادارہ بن کے رہ جائے اور عام طور پر گواہ و قاضی کے عدل سے روگردانی کی وجہ یا تو فریق ثانی کی قرابت داری بنتی ہے یا اس سے ذاتی دشمنی و عناد، اس معاملہ میں بھی قرآن حکیم ہمیں بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَاقُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْكَانَ ذَاقُرْبٰى [41]

اور جب (گواہی یا فیصلہ سنانے کے لیے) بات کہو تو عدل کا لحاظ رکھو، اگرچہ (فریق مقدمہ) قرابت دار ہی (کیوں نہ) ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى [42]

اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ عدل سے کام لو، یہی طریقہ تقوے سے قریب تر ہے۔

پہلی آیت میں دوستی و قرابت کی وجہ سے اور دوسری آیت میں کسی کی دشمنی کی وجہ سے شہادت اور قضا میں ناانصافی سے روکا گیا ہے اور ہر حال میں عدل پر کاربند رہنے کی تلقین کی گئی ہے کہ اسی راستے پر تقوے کے قریب تر ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

۲۔ حکمران کے لیے عدل کی تاکید

عدل و انصاف حکومت و سلطنت کی عمارت کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو مظلوم کی دادرسی ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہر قسم کے فیصلے کے لیے عدل کو ضروری قرار دیا ہے اور حاکم کے لیے پہلا فرض اور پہلی شرط ہی عادل ہونے کی عائد کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ [43]

یقیناً اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

حضرات مفسرین نے اس آیت میں ''امانت'' سے منصفانہ فیصلے ہی مراد لیے ہیں [44] اور اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے بھی حاکمین کے لیے مشعل راہ ہیں کہ کس انداز میں لوگوں کے درمیان عدل قائم کیا اور انصاف کے ترازو کو کسی جانب جھکنے نہ دیا۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا، لیکن پندرہ بیس روز کے بعد محاصرہ اٹھالینا پڑا، جب اس کی اطلاع حضرت صخر کو ہوئی، جو ایک رئیس تھے اور قوم کے سردار تھے، انھوں نے خود جا کر طائف کا نہ صرف محاصرہ کیا، بلکہ ان کو اس قدر دبایا کہ وہ صلح پر مجبور ہوگئے، دوسری جانب حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ صخر نے میری پھوپھی کو قبضہ میں کر رکھا ہے، اس کے بعد بنو سلیم آئے اور کہا کہ جس زمانے میں ہم کافر تھے، صخر نے ہمارے چشمے پر قبضہ کر لیا تھا، اب ہم اسلام لے آئے ہیں تو ہمارا چشمہ ہمیں واپس دلایا جائے، دونوں باتیں مبنی بر حق تھیں اور ان میں عدل کا تقاضا یہی تھا کہ فیصلہ صخر کے خلاف دیا جائے، چناں چہ ایسا ہی ہوا، آپ ﷺ نے ان کو پیغام بھیجا کہ مغیرہ بن شعبہ کی پھوپھی کو آزاد کر دیا جائے اور یہ کہ جب کوئی قوم اسلام قبول کرتی ہے تو اپنے جان و مال کی مالک ہو جاتی ہے، اس لیے بنو سلیم کو ان کا چشمہ واپس کر دو اور حضرت صخر نے یہ دونوں باتیں منظور فرمالیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے حکم سے صخر نے دونوں حکم منظور کیے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر شرم سے سرخی آگئی کہ ان دونوں معاملوں میں صخر کو شکست ہوئی اور انھیں فتح طائف جیسے عظیم کارنامے کا کوئی بدلہ نہ مل سکا۔[45]

ایک مرتبہ ایک مخزومی عورت فاطمہ بنت قیس نے چوری کی۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، چونکہ ان کا تعلق معزز گھرانے سے تھا، اس لیے صحابہ نے حضرت اسامہ بن زید کو، جن سے حضور ﷺ بہت انس رکھتے تھے، سفارش کے لیے بھیجا، آپ بے حد محبت کے باوجود حضرت اسامہ پر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ پہلی امتیں اسی بنا پر تباہ و برباد ہوئیں کہ ان کے ہاں جب کوئی معمولی آدمی جرم کرتا تو اس کو سزا دیتے اور جب وہی جرم کسی بڑے مرتبے والے شخص سے صادر ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے، پھر فرمایا:

لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا [46]

اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی یہ جرم کرتی تو میں یقیناً اس کا ہاتھ کاٹتا۔

حضرت سرقؓ نے ایک دیہاتی شخص سے اونٹ خرید لیا لیکن قیمت کی ادائیگی پر قادر نہ ہو سکے، وہ انھیں پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، حضور ﷺ نے حضرت سرق سے فرمایا کہ قیمت ادا کر دو لیکن انھوں نے اپنی غربت کا عذر کیا آخر آپ ﷺ نے دیہاتی کو حکم دیا کہ انھیں بازار لے جا کر فروخت کر دیں اور اپنی قیمت وصول کر لیں، وہ انھیں لے کر بازار گئے تو ایک صاحب نے انھیں قیمت دے کر خریدا اور پھر آزاد کر دیا۔[47]

طارق محاربی فرماتے ہیں کہ جب اسلام عرب میں پھیلنا شروع ہوا تو ہم اپنی مستورات کی ہمراہی میں ربذہ سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے اور شہر کے قریب ایک مقام پر قیام کیا، ابھی ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سفید پوش صاحب آئے اور سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا، ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا، انھوں نے اس کی قیمت پوچھی اور پھر ہماری بتائی ہوئی قیمت بغیر بھاؤ تاؤ کے قبول فرمالی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے، جب وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے تو خیال آیا کہ قیمت تو وصول کی ہی نہیں اور ہم ان کو پہچانتے بھی نہیں، لوگوں نے ایک دوسرے پر

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

الزام دھرنا شروع کیا تو ایک خاتون نے کہا کہ اطمینان رکھو، ہم نے ان کے جیسا کسی شخص کا چہرہ نہیں دیکھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہو، رات کو ان لوگوں کے پاس ایک شخص آیا کہ حضور نے تمھارے لیے کھانا اور کھجوریں بھیجی ہیں، اگلے دن صبح میں ہم لوگ مدینہ حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، ہمیں دیکھ کر ایک انصاری صحابی نے اٹھ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ بنو ثعلبہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کیا تھا، اس کے بدلہ میں ان کا ایک آدمی قتل کروا دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

باپ کے بدلے میں بیٹے کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔[48]

۳۔ دشمن سے عدل

عدل و انصاف کا تعلق صرف مسلمانوں سے نہیں بلکہ تمام انسانوں سے ہے، کسی کے ایمان نہ لانے کی سبب اسے عدل جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ یہود و نصاریٰ اسلام کے کھلے دشمن تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کے لیے قرآن میں یہ حکم نازل ہوا:

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ [49]

اور کہہ دیجیے کہ میں تو ہر اس کتاب پر ایمان لایا ہوں، جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمھارا بھی، ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی بحث نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس آخر سب کو لوٹنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاں ایک طرف امن عالم کا دستور بیان کر دیا گیا کہ متفق علیہ باتوں کی بنیاد پر اتحاد قائم کیا جائے اور مختلف فیہ باتوں سے صرف نظر کیا جائے، اسی طرح اس حکم عظیم کا بھی ذکر ہوا کہ سب کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے اور عدل کے نفاذ میں کسی مذہب، قومیت اور زبان وغیرہ کو حائل نہ ہونے دیا جائے۔

حضرت ابو حدرڈ پر ایک یہودی کا قرض تھا اور ان کی مالی حالت درست نہ تھی، یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضور خیبر کی مہم کا ارادہ فرما رہے تھے، حضرت ابو حدرد نے اس سے مہلت طلب کی، لیکن وہ نہ مانا اور آپ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ لے گیا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا قرض ادا کر دو، انھوں نے عذر کیا، آپ نے پھر فرمایا، انھوں نے پھر وہی جواب دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! غزوۂ خیبر قریب ہے، شاید وہاں سے واپسی پر کچھ ہاتھ آئے تو میں اس کو ادا کر دوں۔ آپ ﷺ نے پھر حکم دیا کہ فوراً ادا کرو، آخر اپنا تہبند اس یہودی کو قرض کے عوض میں دیا اور سر سے عمامہ اتار کر ستر پوشی کا سامان کیا۔[50]

عام حالات میں عدل کا قیام بہر حال ممکن ہے، لیکن جب اپنے جانثاروں اور چاہنے والوں کا خون سامنے ہو تو اس وقت عدل و انصاف سے کام لینا انتہائی دشوار عمل ہے، لیکن آپ ﷺ نے عملاً یہ ثابت کیا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پاس کیا جائے گا اور عدل کے ترازو کو اس حال میں بھی کسی

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

جانب جھکنے نہ دیا جائے گا۔ خیبر کی زمین کی تقسیم کے بعد ایک بار حضرت عبداللہ بن سہلؓ کھجوروں کی بٹائی کے لیے گئے، ان کے چچازاد بھائی محیصہ بھی ساتھ تھے۔ عبداللہ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی نے ان پر حملہ کرکے انھیں قتل کر دیا اور لاش ایک گڑھے میں ڈال دی۔ حضرت محیصہؓ نے آپ ﷺ سے مدد طلب کی، آپ نے سوال کیا کہ کیا تم قسم کھاسکتے ہو کہ یہود نے قتل کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہودیوں سے حلف لیا جائے گا۔ محیضہؓ نے عرض کیا کہ یہود کی قسم کا کیا اعتبار ہے؟ وہ تو سو بار بھی جھوٹی قسمیں کھالیں گے، خیبر میں یہود کے سوا اور کوئی قوم آباد نہ تھی، اس لیے یہ امر تقریباً یقینی تھا کہ عبداللہ کے قاتل وہی ہیں، لیکن چونکہ عینی شہادت اور گواہی موجود نہ تھی اور اس کے بغیر فیصلہ کرنا انصاف اور عدل کے اسلامی مزاج و معیار کے خلاف تھا، اس لیے حضور ﷺ نے یہود کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور عبداللہ کی دیت بیت المال سے ادا فرمائی۔[51]

اسی عدل و انصاف کا نتیجہ تھا کہ یہود بھی اپنے مقدمات آپ ﷺ کی بارگاہ عدالت میں لاتے تھے اور آپ کی شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے کرواتے تھے۔

۴۔ میدان جنگ میں عدل و انصاف کا حکم

اسلام نے جنگ جیسے مسئلے میں بھی عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے جو عدل اجتماعی کے سلسلے میں نہایت منفرد بات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ انسان جب میدان جنگ میں اترتا ہے تو وہ یہ عزم لے کر اترتا ہے کہ اس نے دشمن کو نیست و نابود کرنا ہے، ایسے موقع پر ان کو عدل کی تلقین اسلام جیسا مذہب عدل و اعتدال اور رسول پاک ﷺ جیسی ذات محسن انسانیت ہی کر سکتی ہے۔ فتح مکہ کے بعد مشرکین کے خلاف اشہر حرم گزرنے کے بعد جہاد کا حکم ہوا، لیکن اس وقت بھی ان مشرکین سے جہاد روک دیا گیا جنھوں نے عہد کا پاس و لحاظ کیا تھا، چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ [52]

البتہ جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا، پھر ان لوگوں نے تمھارے ساتھ عہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور تمھارے خلاف کسی کی مدد بھی نہیں کی، تو ان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی مدت کو پورا کرو۔

میدان جنگ میں عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے نہایت واضح احکامات دیے ہیں، جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:

عن انس بن مالک قال رسول الله ﷺ: انطلقوا بسم الله و فی سبیل الله، تقاتلون اعداء الله فی سبیل الله، لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا، ولا مرأة ولا تغلوا [53]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں چلو، اللہ کے راستے میں اللہ کے دشمنوں سے قتال کرو، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، نہ کسی چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو، اور غبن بھی مت کرنا۔

اسی سلسلے کی کڑی عبادت گاہوں میں مقیم لوگوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے، ارشاد فرمایا:

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان اذا بعث جیوشہ قال لا تقتلوا اصحاب الصوامع [54]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو تاکید کرتے کہ عبادت گاہوں میں مقیم افراد کو قتل مت کرنا۔

آپ ﷺ نے غزوہ موتہ کے لیے لشکر روانہ فرماتے ہوئے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیگر نصائح کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی:

اوصیکم بتقوی اللہ و بمن معکم من المسلمین خیرا اغزوا باسم اللہ فی سبیل اللہ من کفر باللہ۔ لا تغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا ولیدا [55]

میں تمھیں ہر حال میں تقویٰ و پرہیز گاری، اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی، اللہ کی راہ میں، اللہ کے نام پر اس سے کفر کرنے والوں سے جہاد، غداری وخیانت نہ کرنے اور کسی بچے کو قتل نہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

میدان جنگ میں صرف لڑنے والوں کو قتل کرنا اور عورتوں، بچوں کے قتل عام سے روکنا بھی عین عدل کا تقاضا تھا، ذیل میں ہم وہ ہدایات درج کر رہے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شام کی طرف جانے والے لشکر کو دی تھیں۔

۱۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کیے جائیں۔

۲۔ مثلہ نہ کیا جائے۔

۳۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں۔

۴۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ فصلیں جلائی جائیں۔

۵۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷۔ بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔

۸۔ جو لوگ اطاعت کریں تو ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔

۹۔ اموال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔[56]

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

اچانک حملے سے احتراز

اہل عرب اچانک حملہ کرنے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے، بلکہ آخر شب میں عام طور پر جب سب سو رہے ہوتے تھے، اچانک حملہ آور ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور اس کی ممانعت بھی فرمائی۔ حضرت انسؓ نے غزوہ خیبر میں آنحضرت ﷺ کے معمول کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

ان النبیﷺ خرج الی خیبر فجاء ها لیلا وکان إذا جاء قوما بلیل لا یغیر علیهم حتی یصبح [57]

آپ ﷺ خیبر کے لیے نکلے تو رات کے وقت وہاں پہنچے، اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر رات کے وقت پہنچتے تھے تو صبح سے پہلے حملہ نہیں کرتے تھے۔

جلانے کی ممانعت

آپ ﷺ سے پہلے یہ رواج تھا کہ مخالفین کو شدت انتقام میں زندہ جلا دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار [58]

خالق نار کے سوا آگ کا عذاب دینا کسی کو سزاوار نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ اگر فلاں، فلاں دو آدمی ملیں تو ان کو جلا دینا مگر جب ہم روانہ ہونے لگے تو واپس بلا کر فرمایا:

انکم امرتکم ان تحرقوا فلانا و فلانا بالنار وان النار لا یعذب بها الا الله فان وجدتموهما فاقتلوهما [59]

میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو جلا دینا مگر آگ کا عذاب سوائے خدا کے کوئی نہیں دے سکتا، اس لیے اگر انھیں پاؤ تو بس قتل کر دینا۔

مثلہ اور لوٹ مار کی ممانعت

اہل عرب کا دستور تھا کہ جنگ میں دشمن کے قتل کے بعد اس کے اعضا کاٹ دیتے تھے اور اس پر غیر انسانی تشدد کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان امور سے سختی سے منع فرمایا:

عن عبدالله بن یزید عن النبی ﷺ انه نهی عن النهبة والمثلة [60]

عبداللہ بن یزید نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں لوٹ مار کا بھی عام رواج تھا، آپ ﷺ نے اس فعل قبیح سے بھی منع فرمایا، اس سلسلے میں ایک انصاری صحابی یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فاصاب الناس حاجۃ شدیدۃ وجھد واصابوا غنما فانتھبوھا، فان قدورنا لتغلی اذ جاء رسول اللہﷺ یمشی علی قوسہ فاکفا قدورنا بقوسہ ثم جعل یرمل اللحم بالتراب ثم قال ان النھبۃ لیست باحل من المیتہ[61]

ہم ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، اس میں لوگوں کو سخت مشکلات نے گھیر لیا۔ پھر کچھ بکریاں ملیں، ہر شخص نے جو ملا لوٹ لیا، صورت حال یہ ہوئی کہ گوشت ہماری ہانڈیوں میں ابل رہا تھا۔ اتنے میں آپ ﷺ اپنی کمان ٹیکتے ہوئے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیاں الٹ دیں، اور گوشت کو مٹی میں ملا دیا اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار سے کم نہیں۔

باندھ کر قتل کرنے کی ممانعت

اسلام نے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو چھوڑ کر صرف لڑنے اور مقابلے کے لیے آنے والوں کو مارنے کی اجازت دی، لیکن یہ اجازت بھی غیر مشروط نہیں ہے بلکہ اس کو قیود و ضوابط کا پابند بنایا گیا ہے، جیسے باندھ کر اور بالکل بے بس کر کے مارنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد الرحمن بن خالدؓ نے چند قیدیوں کو باندھ کر قتل کرنے کا حکم دیا، یہ بات حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا:

سمعت رسول اللہ ﷺ ینھی عن قتل الصبر فوالذی نفسی بیدہ لو کانت الدجاجۃ ما صبرتھا فبلغ ذلک عبدالرحمن بن خالد بن ولید فأعتق اربع رقاب [62]

میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے قتل صبر (باندھ کر مارنے) سے منع فرمایا ہے، خدا کی قسم اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اسے اس طرح باندھ کر نہ مارتا۔ اس کی خبر جب عبد الرحمن بن خالد کو ملی تو انھوں نے چار غلام (اپنی غلطی کے کفارے کے طور پر) آزاد کر دیے۔

سفیر کے قتل کی ممانعت

سفیر کی عزت و توقیر اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ہی دیا، جسے بعد میں آج کی مہذب دنیا نے بڑے فخر و امتیاز کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے عملاً ایسے حالات میں بھی سفیر کے عہدے کا لحاظ کیا، جب متعلقہ فریق کی ریشہ دوانیاں ناقابل برداشت اور اپنے عروج پر تھیں۔ جب مسیلمہ کے دو قاصد گستاخانہ پیغام لے کر دربار نبوت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما [63]

اگر سفیروں کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تمھاری گردن مار دیتا۔

ان احکام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے میدان جنگ و جدال میں بھی کس قدر عدل و انصاف کا لحاظ رکھا ہے بلکہ دیگر فاتحین عالم کے برعکس عملاً ایسا کر کے بھی دکھایا ہے۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

۵۔غیر مسلموں کے ساتھ عدل

اسلامی مملکت میں جس طرح مسلمانوں کو صنعت و حرفت، تجارت وزراعت اور دوسرے تمام شعبوں میں اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند و دل چسپی سے سرانجام دینے کی اجازت ہے، بالکل اسی طرح غیر مسلموں کو بھی اس بات کی مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ مذکورہ تمام امور پوری آزادی وخود مختاری سے ادا کریں، حتیٰ کہ وہ چیزیں جو غیر مسلموں کی شریعت میں جائز سمجھی جاتی ہیں لیکن اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا، اور مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ منع ہے، غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی حاصل ہے، چناں چہ غیر مسلموں کو اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کی بھی مکمل آزادی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کی ملکیت میں موجود خنزیر و شراب کو تلف کر دیتا ہے تو مسلمان اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔ فقہا کی اس بارے میں وضاحت و صراحت ملاحظہ فرمائیں:

ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ و خنزیرہ اذا أتلفہ [64]

مسلمان شراب اور خنزیر کی قیمت کا ضامن ہو گا، اگر اسے تلف کرے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلام اس بات کی بھی مکمل گنجائش دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروباری لین دین بھی ہو سکتا ہے، خرید و فروخت اور ادھار تک لیا جا سکتا ہے اور ان تمام امور میں عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے۔

چناں چہ رسول اللہ ﷺ کا یہود سے ادھار لینا بھی ثابت ہے، حضرت زید بن سعنہ جب ایمان نہیں لائے تھے، اس زمانے میں حضور ﷺ نے ان سے کچھ قرض لیا، معیاد پوری ہونے میں ابھی کچھ مدت باقی تھی کہ انھوں نے تقاضا کیا اور آپ ﷺ کو سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ اے عبد المطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی ٹال مٹول سے کام لیتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصے سے بے تاب ہو گئے اور ان سے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے؟ مگر آپ ﷺ نے یہودی کی گستاخی کو نہایت تحمل سے برداشت کیا اور اسے کچھ کہنے کے بجائے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ مجھے تم سے یہ امید تھی کہ تم اسے سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھے کہتے کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں اور پھر ان سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع کھجور زیادہ ادا کرو۔[65]

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت بنو نضیر طاقتور تھے اور انھیں غلبہ حاصل تھا اور اس کا اثر قانون قصاص پر کچھ یوں پڑا کہ اگر بنو قریضہ کے کسی فرد کے ہاتھوں بنو نضیر کا کوئی شخص مارا جاتا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا لیکن اگر بنو قریضہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی فرد کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو صرف اس کی دیت ادا کی جاتی، جو سو اونٹ کھجور تھی، حضور ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو بنو قریظہ نے یہ مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کیا، آپ نے تورات کے مطابق قصاص کا فیصلہ سنایا اور ان کے مابین طبقاتی فرق کو ختم فرما دیا۔[66]

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

۶۔ سزا میں عدل

مجرم کو سزا دینا عدل و انصاف کا تقاضا ہے کیونکہ اس جرم میں اس نے جس شخص کے حقوق تلف کیے ہیں، اس کا حق ہے کہ ظالم سے اس کا حق دلوایا جائے اور دوسری طرف مملکت میں امن کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ سزا کا نظام نافذ ہو کہ یہ نا صرف آئندہ مجرم کو جرم سے باز رکھنے کا باعث بنتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے لیے بھی سزا کے نفاذ کے خوف سے ایسے جرم سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن عدل و انصاف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ سزا میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے بلکہ سزا، جرم کے مطابق ہونی چاہیے۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا [67]

اور کسی برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ [68]

اور اگر تم لوگ (کسی ظلم کا) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمھارے ساتھ کی گئی ہے۔

ان آیات کریمہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے ظالم کے ساتھ عدل و انصاف کا تو حکم دیا ہے، لیکن اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی کہ ظالم کے ظلم کے جواب میں اس کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی کا معاملہ کیا جائے۔

مظلوم کی مدد کرتے ہوئے ظالم پر ظلم سے بچنے اور اس کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید اور حکم اسلام ہی کی تعلیمات کا اعجاز و اختصاص ہے، اسلام کے علاوہ دوسرے مذہبی لٹریچر میں اس نوعیت کی ہدایات اور تعلیمات نہیں ملتیں۔

۷۔ معاشی مساوات اور قدرتی وسائل کی عادلانہ تقسیم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔ جیسے تمام انسانوں کو آزادی کے ساتھ سانس لینے کا حق پوری مساوات و عدل کے ساتھ حاصل ہے، اسی طرح دیگر قدرتی وسائل، غذا، پانی، رہائش اور تعلیم وغیرہ کا حصول بھی انسان کا پیدائشی حق ہے، جس سے کوئی بھی اس کو محروم نہیں کر سکتا اور ان امور میں خود غرضانہ اور مسرفانہ تقسیم کا نتیجہ معاشرے میں فساد کی صورت میں نکلتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے انسانوں کو نصیحت کی ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا [69]

اور دنیا میں اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

مال فئے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن ایسی حالت میں چھوڑ جائے کہ مسلمانوں کو ان سے باقاعدہ لڑائی کرنی نہ پڑی ہو، قرآن حکیم میں مال فئے کے مصارف کے طور پر رسول ﷺ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ذکر ہے اور اس کے بعد اس تقسیم کی وجہ کچھ یوں بیان فرمائی گئی ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُم [70]

تاکہ وہ مال صرف ان ہی لوگوں کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو دولت مند ہیں۔

لہٰذا جس طرح حکومت کو حاصل ہونے والے مال پر سب کا حق ہے اور اس کا ارتکاز صرف دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہونا پسندیدہ نہیں، بالکل اسی طرح قدرتی و معاشی وسائل پر بھی کوئی، کسی قسم کی اجارہ داری قائم نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ذاتی عدل و انصاف اور عدلِ نبوی کے مظاہر

عدل و انصاف کا سب سے نازک اور آزمائش طلب پہلو یہ ہے کہ خود اپنے مقابلے میں بھی حق کا ساتھ دیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اس باب میں بھی حیات انسانی کے دوسرے ابواب کی طرح سب سے فائق نظر آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ بعثت سے پہلے ہی سے یا کہہ لیجیے کہ اوائل عمر ہی سے انصاف اور عدل پسند فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل قبائل قریش کے درمیان ایک معاہدہ "حلف الفضول" ہوا، جس میں یہ عہد کیا گیا کہ مظلوم کی حمایت و اعانت کریں گے، خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا، دیسی ہو یا پردیسی، آپ ﷺ بھی اس وقت موجود تھے اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز قبول نہ کرتا اور اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کے لیے بلایا جائے تو ضرور قبول کروں گا۔[71]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مال غنیمت کی تقسیم کے دوران ایک شخص آپ ﷺ کے بے حد قریب آ گیا، جس کے نتیجے میں آپ ﷺ کا نیزا اس کے منہ پر لگ گیا اور اس کے چہرے پر خراش آ گئی، فرمایا: مجھ سے بدلہ لے لو، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے معاف کر دیا۔[72]

آپ ﷺ کے عدل و انصاف کا ایک اور عظیم نمونہ وہ خطبہ ہے جو آپ نے وفات سے چند دن پہلے ارشاد فرمایا، حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فضل! میرا ہاتھ پکڑ لو، پھر میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، یہاں تک کہ آپ منبر تک پہنچ کر اس پر بیٹھ گئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو، میں نے لوگوں کو جمع کر لیا، پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر موجود ہے وہ بدلہ لے لے، آگاہ ہو جاؤ، اور جس کسی کو میں نے برا بھلا کہا ہو وہ مجھ سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو تو میرا یہ مال حاضر ہے، وہ اس مال سے بدلہ لے

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

لے۔ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ آگاہ ہو جائو! بغض رکھنا نہ میری طبیعت میں ہے، نہ میرے لیے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ تم میں سے وہ شخص مجھے بہت محبوب ہے جو مجھ سے اپنا حق وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اسی اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا، میں تم میں دوبارہ بھی اس کا اعلان کروں گا۔

پھر آپ منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا، نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! جس کے ذمے کوئی حق ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس حق کو ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے، آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔

پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرے تین درہم آپ کے ذمے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں، لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ (یہ درہم) کیسے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ایک دن ایک سائل آپ کے پاس آیا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ تین درہم اس کو دے دو، اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے انھوں نے عرض کیا کہ میرے ذمے تین درہم بیت المال کے ہیں، میں نے خیانت سے لے لیے تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کیوں خیانت کی تھی؟ اس نے عرض کیا کہ اس وقت مجھے سخت احتیاج تھی، حضور ﷺ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا: ان سے وصول کر لو۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے، میں اس کے لیے دعا کر دوں گا۔

پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! واللہ، میں بہت جھوٹا ہوں اور میں منافق ہوں اور بہت سونے والا ہوں، حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

یا اللہ! اس کو سچائی عطا فرما، ایمان (کامل) عطا فرما اور نیند کی زیادتی سے اس کو صحت بخش دے۔

اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، کوئی گناہ ایسا نہیں جو نہ کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے خطاب کے بیٹے: چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے ہلکی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! اس کو سچائی اور (کامل) ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر بنا دے۔ پھر (حضرت) عمر نے کوئی بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، عمر میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں اور میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے، چاہے وہ کہیں بھی ہو۔

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

پھر ایک صاحب اٹھے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بزدل ہوں، زیادہ سوتا ہوں۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی۔ حضرت فضلؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا اور وہ ہم میں سب سے کم سونے والا تھا۔ پھر حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا، جس طرح مردوں کے مجمع میں فرمایا تھا۔ پھر فرمایا:

جس پر کسی چیز کا غلبہ ہو اس کو چاہیے کہ وہ بتادے، ہم اس کے لیے دعا کریں گے۔

پس ایک صحابیہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اپنی زبان سے عاجز ہوں، آپ نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی۔[73]

رسول اللہ ﷺ کے بے مثال عدل و انصاف کے مظاہر بہت سے ہیں، یہاں محض مثال کے لیے چند واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے عدل کے مظاہر آپ کی بعثت بلکہ قبل البعثت سے دنیا سے پردہ فرمانے تک جابجا نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ جب بعثت کے بعد پہلی بار حکم جاری ہوا:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ [74]

اور تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے باری باری سب قریبی رشتے داروں کو دعوت دی اور سب سے

لا أغنی عنک من اللہ شیئا [75]

کے الفاظ ادا فرمائے اور ابتدائی دعوت کے معاملے میں بھی عدل کو ملحوظ رکھا۔

مال فئے اور خمس غنیمت میں آپ ﷺ کے اعزا و اقربا کا بھی حصہ تھا، چنانچہ ان اموال کو آپ اپنے تمام رشتے داروں میں تقسیم فرماتے تھے اور اس کے علاوہ بھی آپ صلہ رحمی کے لیے اپنے عزیزوں کو اموال وغیرہ سے نوازتے رہتے تھے، لیکن ان اموال کی تقسیم کے دوران بھی اس قدر عدل و انصاف کا پاس و لحاظ رکھتے تھے کہ ان سب میں انتہائی معزز و مکرم حضرت عباسؓ کو بھی عطایا میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں دیتے تھے بلکہ ان کا حصہ بھی دوسروں کے برابر ہی مقرر فرماتے تھے۔[76]

آپ ﷺ کی لاڈلی و چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے اپنے گھر کے کام کاج کی زیادتی کی وجہ سے، اپنی معاونت کے لیے حضور ﷺ سے خادم طلب فرمایا، آپ ﷺ نے خادم عطا کرنے کی بجائے انھیں تسبیح، تحمید اور تکبیر پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا:

لا اعطیک وأدع أهل الصفه تطوی بطونهم من الجوع [77]

اس طرح رسول رحمت ﷺ نے اصحاب صفہ کو اپنی لاڈلی بیٹی پر ترجیح دے کر عدل و ایثار کی ایک اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے اگر غلطی سے بھی کسی کو تکلیف و اذیت پہنچ جاتی تو فوراً اپنی ذات کو بدلہ کے لیے پیش فرمادیتے اور لوگوں کے ہجوم میں بھی بدلہ دینے میں شرم و عار محسوس نہ فرماتے، غزوۂ بدر کے موقع پر آپ ﷺ اپنے اصحاب کی صفیں نیزے کی مدد سے درست فرمارہے

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

تھے، جب کہ حضرت سواد بن عزیہ صف سے کچھ باہر نکلے ہوئے تھے، جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو نیزے سے ان کو صف میں کرتے ہوئے فرمایا کہ اے سواد! صف درست رکھو، اس پر سواد نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ! (نیز اپیٹ میں) مار کر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، لہٰذا آپ مجھے بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ دفعتاً حضرت سواد نے حضور سے معانقہ کیا اور آپ کے بطن مبارک پر بوسہ لے لیا، حضور نے وجہ دریافت فرمائی تو انھوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! جنگ کا موقع ہے اور ایسے وقت میں جان کا کیا بھروسہ، لہٰذا میں نے سوچا کہ میرا آخری زمانہ ایسا ہو کہ میرے جسم نے آپ کے جسم سے مس کیا ہو، یہ سن کر حضور ﷺ نے انھیں دعاؤں سے نوازا۔[78]

غزوۂ بدر کے موقع پر جب دیگر قیدیوں کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی قید ہوئے اور انھیں بھی فدیہ ادا کرنے کا حکم ملا تو بعض انصاری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت عباس کو بغیر فدیے کے چھوڑ دیا جائے اور ان سے فدیہ نہ لیا جائے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کا ایک درہم بھی نہ چھوڑو اور پورا فدیہ وصول کرو۔[79]

آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر حضرت اقرع بن حابسؓ کو سو اونٹ عطا فرمائے، اس پر ایک آدمی نے اٹھ کر اعتراض کیا اور کہا کہ اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر اللہ اور اس کے رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر کون عدل کرے گا؟[80]

یہ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کا مقام عدل ہے کہ آپ نے اس قدر اشتعال انگیز جملے کے باوجود اسے ناسمجھ خیال کر کے معاف کر دیا، اور اس پہ کسی قسم کی سختی نہیں کی۔ اس نرمی، رحمت، تلطف، اور انکسار کی دوسری مثال ڈھونڈنا ممکن نہیں۔

حاصلِ بحث

مذکورہ بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنِ حکیم اور تعلیماتِ نبوی ﷺ میں جس انداز سے عدل کے مختلف پہلوؤں اور مختلف سطحوں کی نشاندہی کی گئی ہے، اس سے پہلے دنیا ان سے قطعاً ناآشنا تھی، اسلام سے قبل عدل کا تصور صرف اور صرف ایک تھا، جسے ہم "قانونی انصاف" کا نام دے سکتے ہیں، اور یہ وہ تصور تھا جسے بادشاہ، اور حکمران و قاضی اپنی رعایا کے ساتھ روا رکھتے تھے، اس عدل کی بنیاد صرف اس پر ہے کہ فریقین کے موقف کو اطمینان سے سنا جائے، لوگوں کے دلائل اور گواہیاں سامنے رکھی جائیں، شواہد کو اچھی طرح جانچا جائے اور پھر جس کا موقف وزنی معلوم ہو، اس کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے۔

اسلام نے عدل و انصاف کے صرف اس درجے پر اکتفا نہیں کیا، یہ تو اسلام کے نظامِ عدل کا ایک جز ہے، بلکہ اسلام نے جس طرح عدالتی نظام میں عدل کا حکم دیا ہے بالکل اسی طرح انسان کی انفرادی زندگی اور عدالتی نظام کے علاوہ عدلِ اجتماعی کے دیگر پہلوؤں میں بھی عدل و انصاف کی تلقین کی ہے اور سب سے بڑھ کر انسانوں کی تربیت، پیغمبرِ ہدایت ﷺ کے ذریعے، اس انداز میں کی کہ ہر انسان اپنے حقوق کے لیے لڑنے اور کوشاں رہنے کے

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

بجائے، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کوشاں رہیں۔ آج مغربی دنیا نے جس تصور، نظریے اور رویے کو جنم دیا ہے اور وہ فکر و رویہ ساری دنیا میں پھلتا، پھولتا دکھائی دے رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر شخص صرف اپنی ذات اور اپنے حقوق کی فکر میں رہے اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی پروا نہ کرے اور جب کسی بھی معاشرے میں یہ فکر اور ایسے رویے پروان چڑھ جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ صرف اور صرف فساد اور آپس کے اختلاف کی صورت میں نکلتا ہے، جبکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جن تعلیمات اور احکامات کا درس دیا ہے ان کے حقیقی نفاذ کی صورت میں نا صرف دنیا میں انفرادی و اجتماعی عدل و انصاف کا قیام عمل میں آسکتا ہے بلکہ مکمل طور پر ظلم و نفرتوں کے خاتمے کی وجہ سے دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔[81]

تنگ آجائے گی خود اپنے چلن سے دنیا
تجھ سے سیکھے گا زمانہ تیرے انداز کبھی

ذکی کیفی

حواشی و حوالہ جات

[1] النساء: آیت ۳

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: ابن فارس۔ مقاییس اللغہ: ج ۴، ص ۲۴۶۔ ابن منظور۔ لسان العرب: ج ۵، ص ۲۸۳۸۔ جوہری۔ الصحاح: ج ۵، ص ۱۷۶۰

[3] راغب اصفہانی۔ المفردات۔ بیروت: ۳۲۵

[4] ابن ہمام۔ فتح القدیر: ج ۱، ص ۴۸۰

[5] ابنِ حزم۔ مداواۃ النفوس، تحقیق ابو حنیفہ بن محمد، مصر، مکتبۃ الصحابہ ۱۴۰۷ھ: ص ۸۱

[6] جرجانی۔ التعریفات۔ بیروت: ۱۵۳

[7] ابن مسکویہ۔ تہذیب الاخلاق۔ قاہرہ: ص ۱۵

[8] نثار احمد۔ مقالاتِ سیرت۔ بہ عنوان اسلام کا نظام عدل و احسان اور برائیوں کا انسداد۔ وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد۔ ۱۹۸۸ء: ج ۱، ص ۲۶۰

[9] ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی ﷺ، کراچی، دارالاشاعت، ج ۳، ص ۴۶۹

[10] آل عمران: ۱۸

[11] الشوریٰ: ۱۵

[12] النساء: ۵۸

[13] البقرۃ: ۲۸۲

[14] الحجرات: ۹

[15] الانعام: ۱۵۲

[16] الاحزاب: ۷۰

[17] النساء: ۱۳۵

[18] الرحمٰن: ۹

OPEN ACCESS

AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

19 الطلاق:۲

20 المائدۃ:۸

21 النساء:۳

22 عبد الباقی، محمد فؤاد۔ الوٗلوٗوالمرجان، باب کراہۃ قضاء القاضی وھو غضبان، عیسی البابی الحلبی۱۳۶۸ھ:ج۲، ص۲۲۶

23 بخاری، محمد بن اسماعیل۔ باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ، ج۲، ص۸۶۴، رقم ۲۳۱۵

24 الحوفی، احمد محمد۔ من اخلاق النبی ﷺ، مصر، لجنۃ التعریف بالاسلام، ص۱۰۴

25 الحوفی، احمد محمد۔ من اخلاق النبی ﷺ، ص۱۰۳

26 الحوفی، احمد محمد۔ من اخلاق النبی ﷺ، ص۱۰۴

27 المتقی، علاء الدین بن حسام الدین۔ کنز العمال، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف االنظامیۃ ۱۳۱۲ھ:ج۲، ص۲۲

28 نثار احمد۔ مقالاتِ سیرت بہ عنوان اسلام کا نظامِ عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد۱۹۸۸ء:ج۱

29 لقمان:۱۹

30 الاسراء:۲۹

31 الاعراف:۳۱

32 النساء:۳

33 الحوفی، احمد محمد۔ من اخلاق النبی ﷺ، ص۱۰۳

34 مسلم۔ کتاب الھبات، باب تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ، رقم:۱۶۲۴

35 السجستانی، محمد بن اشعث۔ سنن ابی داود:ج۴، ص۳۷۵، رقم الحدیث ۵۱۴۶

36 النساء:۱۲۷

37 سید فضل الرحمن۔ ہادیٔ اعظم ﷺ، کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ص۴۶۷

38 الانعام:۱۵۲

39 المطففین:۱

40 البقرۃ:۲۸۲

41 الانعام:۱۵۲

42 المائدۃ:۸

43 النساء:۵۸

44 ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی ﷺ:ج۶، ص۳۷۴

45 شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ، ج۲، ص۵۷۰

46 بخاری۔ باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان:ج۴، ص۱۲۲

47 دار قطنی:ج۳ص:۳۰۸،۳۰۷

48 دار قطنی:ج۳۰۸،۳۰۷،۳

49 الشوریٰ:۱۵

50 مسند احمد، باب حدیث ابی حدرد:ج۳، ص۲۲۳

51 نسائی، احمد بن شعیب۔ کتاب القسامۃ، باب تبدیۃ اہل الدم فی القسامۃ، رقم:۴۷۲۷

52 التوبۃ:۴

53 ابن ابی شیبۃ:ج۶، ص۴۸۳، رقم ۸۱۱۳۳

54 ابن ابی شیبۃ:ج۶، ص۴۷۴، رقم ۳۳۱۳۲

55 الصالحی، محمد بن یوسف الشامی۔ سبل الھدی والرشاد / دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳، ج۶

56 موٗطا امام مالک۔ کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، ص۲۷۸

OPEN ACCESS

AL-HAYAT Research Journal
(Volume 2 Issue 1 Oct-Dec 2024)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

57 بخاری:ج۳،ص۷۷،رقم۲۷۸۵

58 ابوداود:ج۴،باب فی کراھۃ حرق العدو،ص۳۶۷،رقم۵۲۶۸

59 بخاری:ج۳،ص۱۰۷۹،رقم۲۷۹۵

60 بخاری:ج۵،ص۱۲۰۰،رقم۵۱۹۷

61 ابوداؤد:ج۳،باب فی النھبی،ص۴۱۹،رقم۲۷۰۵

62 ابوداؤد:ج۲،باب فی قتل الاسیر بالنبل،ص۱۱۷،رقم۲۶۸۷

63 حاکم۔المستدرک:ج۲،کتاب قسم الفیٔ،ص۱۵۵،رقم۲۶۳۲

64 ردالمختار:ج۳،ص۲۷۳

65 سید فضل الرحمٰن۔ہادی اعظم ﷺ:ص۶۳۰

66 ابوداؤد:ج۴،باب النفس بالنفس،ص۱۶۵،رقم۴۴۹۴

67 الشوریٰ:۴۰

68 النحل:۱۲۶

69 القصص:۷۷

70 الحشر:۷

71 سہیلی۔روض الانف۔بیروت:ج۱،ص۱۵۵

72 ابوداود:ج۴،ص۱۸۱،رقم الحدیث۴۵۳۶

73 سید فضل الرحمن۔ہادیٔ اعظم ﷺ،ص۴۳۰

74 الشعراء:۲۱۴

75 مسلم:ج۱،باب فی قولہ تعالیٰ"واندر عشیرتک الاقربین"،ص۱۳۳،رقم۵۲۵

76 الحوفی،احمد محمد۔من اخلاق النبی ﷺ،ص۹۶

77 الحوفی،احمد محمد۔من اخلاق النبی ﷺ،ص۹۶،۹۷

78 ابن ہشام۔السیرۃ النبویہ۔بیروت،دار المعرفہ:ج۲،ص۲۷۸

79 الحوفی،احمد محمد۔من اخلاق النبی ﷺ،ص۹۸،۹۷

80 شرقاوی،عبداللہ۔فتح المبدی۔مصر،مصطفی البابی الحلبی۱۳۳۹ھ:ج۲،ص۳۴۰

81 اس پوری بحث کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:ڈاکٹر محمود احمد غازی۔محاضرات شریعت۔لاہور،الفیصل۲۰۰۹ء:ص۶۸

OPEN ACCESS